برصغیر میں محدثین کی خدمات حدیث، تاریخی و تجزیاتی جائزہ

Services of "Muhaddesin" in the sub-continent (A historical & critical analysis)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر*

ڈاکٹر میمونہ تبسم *

ABSTRACT

After the Prophet ﷺ the Muslims all over the world associate themselves with him by following his pious deeds and acting upon his sayings (Hadith). The Muslims of the sub-continent have been very zealous in this respect and have done great job in this regard.

In the subcontinent, the sayings of the Holy Prophet reached with Islam during the era of pious caliphs. In those days, according to some traditions, 25 companions of the Holy Prophet ﷺ Sahaba (R.A) and 42 Tabe-ien (those who had seen the Sahaba R.A i-e their successors) came to India and preached Islam.

This preaching was continued by later Muslims and the rulers like Mohammad Bin Qasim and Mehmood Ghaznavi.The services of great Muhaddeseen (narrators and illustrators of the sayings of the Holy Prophet ﷺ like Musa Bin Yaqoob, Yazid Bin Abi Kabsha, Abu Musa Israeel Bin Musa and Abu Hafs Rabi Bin Sabih are note worthy. They provided local people the knowledge of Hadith. These scholars earned fame and prestige by their great works in this field. Shah Waliuallah wrote Mussffa and Maswwa, in subcontinent there are great many institutions like Jamia Salfiya Faisalabad, Jamia Ashrafia Lahore, Jamia Naeemia Lahore, Khair-ul-Madaras Multan, Jamia Mohammadia Gujranwala, Dar-ul-Hadith Delhi and Jamia Salfiya Banaras to teach the knowledge of Hadith.

Keywords: Services, Muhaddasin, subcontinent, preaching, Muslims.

---

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودہا

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ ، گورنمنٹ کالج خواتین یونیورسٹی لاہور

عرب و ہند کے تعلقات بہت پرانے ہیں ان تعلقات کی قدامت کا اندازہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے البتہ اتنا وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ روابط کرہ ارض پر انسانی وجود کے ساتھ ہی قائم چلے آرہے ہیں۔ قصص الانبیاء کی اہم کتب کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا کی طرف بھیجے گئے تو وہ ارض ہند کے جنوبی علاقہ سری لنکا میں اتارے گئے [۱]۔ جب کہ ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام سعودی عرب کے موجودہ شہر جدہ میں اتاری گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ہند سے چل کر حضرت حوا علیہا السلام کو عرب میں عرفات کے میدان میں جاملے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے [۲]۔

یہ عرب اور ہند سے تعلق رکھنے والی ہستیوں کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد زمانہ قدیم سے اب تک اہل ہندوستان سے عربوں کے تعلقات چلے آرہے ہیں۔ عرب لوگ تاجر پیشہ تھے وہ آس پاس کے ملکوں کی منڈیوں سے تجارتی مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ عرب و ہند میں سندھ، مکران اور جنوبی عرب کے ساحل اس قدر قریب ہیں کہ ان کے درمیان تجارتی تعلقات اور دوسرے روابط قائم ہو جانا ایک ناگزیر اور فطری عمل تھا۔ عربوں اور ہندوستانیوں میں قدر مشترک بت پرستی اور غیر اللہ کی پوجا تھی۔ عرب تاجر عموماً جنوبی ہند کی بندرگاہوں میں مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ بعض عرب تاجروں نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ اس طرح قبل از اسلام ہی سے دونوں ممالک کے عوام ایک دوسرے سے متعارف تھے [۳]۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہندوستان اور اس کی چیزوں سے واقف تھے۔ اور ان چیزوں میں مشک، کافور، زنجبیل (ادرک)، قرنفل (لونگ) فلفل (مرچ)، عود ہندی، قسط ہندی، ساج (ساگوان کی لکڑی)، ہندی تلواریں شامل ہیں۔ یہاں کے بعض کپڑے بھی عرب میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اکثر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہندوستانی اشیاء کو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ بھی استعمال فرماتے تھے۔ احادیث رسول ﷺ میں بھی ہندوستان کا تذکرہ موجود ہے۔ حدیث میں ہند کا لفظ آیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

((عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام)) [۴]۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰؑ کا ساتھ دے گا۔

اہل ہندوستان کو ظہورِ اسلام کی خبر اسی وقت ہی پہنچ گئی تھی جب اس عالمگیر دین کا دروازہ اہل مکہ پر کھلا (۵)۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ قافلے جو عرب و ہند کے درمیان بغرض تجارت رواں دواں تھے پہلے پہل اسلام نے انہی کے ہاتھوں ہندوستان کی سرحد پار کی (۶)۔

مگر برصغیر میں خلفائے راشدین کے زمانہ میں باقاعدہ اسلام آگیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مغربی ہندوستان میں ممبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آچکی تھیں۔ عام طور پر یہ تابعین تھے جو ہندوستان میں آئے اور جن کی آبادیاں برصغیر میں قائم ہوئیں۔ انہی تابعین کے ہاتھوں میں برصغیر میں اسلام باقاعدہ طور پر داخل ہوا (۷)۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور خلفائے راشدین نے مختلف بلاد و امصار میں صحابہ و تابعین دینی تعلیم کے لیے روانہ کیے تو انہوں نے احادیث و شرائع کی اشاعت کی۔

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

"ثم تفرقت الصحابةؓ فی النواحی والأمصار، والثغور فی فتوح البلدان والمغازی والأمارة والقضاء والأحكام، فبعث كل واحد منهم فی ناحية وبالبلد الذی هو به، ما وعاه وحفظه عن رسول الله ﷺ،وحكموا بحكم الله عزوجل، وامضوا الأمور علی ماسن رسول الله ﷺ" (۸)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ مختلف شہروں، علاقوں اور سرحدوں میں فتوحات، مغازی، امارات، قضاء اور احکام کے سلسلے میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے علاقہ اور شہر میں رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث سن رکھی تھیں، سب کو عام کیا اور ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنن جاری کیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر امور و معاملات کو چلایا۔

حافظ ابن کثیرؒ، محمد بن قاسمؒ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"وقبل ذلك قد كان الصحابة فى زمن عمر وعثمان فتحوا غالب هذه الأقاليم الكبار مثل الشام و مصر والعراق واليمن واوائل بلاد الترك ودخلوا الى ماوراء النهر واوائل بلاد المغرب واوائل بلاد الهند"(٩)۔

ترجمہ: سندھ میں محمد بن قاسمؒ کی فتوحات سے پہلے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ نے ان اطراف کے اکثر حصہ کو فتح کیا اور شام، مصر، عراق، یمن اور اوائل بلاد ترک کے وسیع و عریض اقالیم میں پہنچے۔ نیز وہ حضرات علاقہ ماوراء النہر، اوائل بلاد مغرب اور اوائل ہند میں داخل ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پندرہ ہجری کو حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں صحابی رسول عثمان بن ابی العاص الثقفیؓ نے ہندوستان پر لشکر کشی کی (١٠)۔ اس کے علاوہ مزید ہندوستان کے خلاف مہموں میں جن صحابہؓ نے حصہ لیا ان میں سے یہ نام ملتے ہیں۔ ١۔ عبد اللہ بن عبد اللہ عتیقؓ۔ ٢۔ عاصم بن عمر تمیمیؓ۔ ٣۔ صحار بن العبدیؓ۔ ٤۔ سہیل بن عدیؓ۔ ٥۔ الحکم بن ابی علی ثقفیؓ (١١)۔ انہی سے برصغیر میں باقاعدہ علم حدیث کا آغاز ہوا۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ کے تمام اقوال و افعال حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کئی ایک صحابہؓ ہند آئے وہ اس ملک میں علم حدیث کی اشاعت کے چلتے پھرتے مدرسے تھے۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات ایسے تھے جن میں اشاعت حدیث کا کام پوری توجہ سے انجام نہیں دیا جا سکتا تھا (١٢)۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ کا ہر قول ہر عمل حدیث رسول ﷺ اور ارشادات پیغمبر سے ہم آہنگ تھا۔ وہ جہاں جاتے فرامین نبوت ﷺ ان کے ساتھ جاتے، جن سے زندگی کے تمام نشیب و فراز میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی احادیث مبارکہ کا قلب نواز گنجینہ اور روح پرور ذخیرہ ان کے ساتھ آیا۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چار سال بعد 15 ہجری میں صحابہ کرامؓ کی جو جماعت آئی، وہ حدیث رسول ﷺ اپنے ساتھ لائی" (١٣)۔

بھٹی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"برصغیر میں اسلام کے یہ اولین نقوش ہیں، جو پہلی مرتبہ ۱۵ ہجری میں اس کی سطح ارض پر ابھرے اور پھر تاریخ کے ایک خاص تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے لحہ بہ لحہ ابھرتے اور نمایاں ہوتے چلے گئے "(۱۴)۔

برصغیر میں تشریف لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے نام و حالات آج کتب میں دستیاب ہیں ان کی تعداد قاضی اطہر مبارکپوری کے مطابق ۱۷ ہے۔ قاضی محمد اسلم سیف اور مولانا محمد اسحاق بھٹی کے مطابق ۲۵ ہے۔ جن میں مدرک اور صغار صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے ۱۲ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں، پانچ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں، تین حضرت علیؓ کے دور امارت میں، چار حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں اور ایک نے یزید بن معاویہ کے دور حکمرانی میں برصغیر میں قدم رنجاں فرمایا(۱۵)۔

برصغیر میں تشریف لانے والے صحابہ کرامؓ

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ جلیل القدر صحابی قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور طائف کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے رمضان المبارک ۹ ہجری کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر تقریباً ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ۱۴ ہجری کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو بصرہ میں معلم مقرر کر دیا تھا۔ پھر ۱۵ ہجری میں حضرت عمرؓ نے انہیں عمان اور بحرین کے علاقوں کا گورنر بنادیا۔ اسی سال حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے عمان میں ایک بحری بیڑا تیار کرایا اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت حکم بن ابی العاص ثقفیؓ کی قیادت میں اسے ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ اسلامی حکومت کا یہ پہلا بحری بیڑا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ کے حکم سے تیار کیا گیا اور یہی وہ اولین بحری بیڑا ہے جو موجودہ جغرافیائی اعتبار سے بمبئی کے قریب تھانہ اور بھڑوچ کی بندرگاہوں کی طرف حرکت کناں ہوا۔ مجاہدین اسلام نے ان بندرگاہوں کو فتح کیا، لیکن ان پر قبضہ برقرار نہیں رکھا اور واپس عمان چلے گئے۔ ہندوستان کے کسی علاقے میں عرب مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا۔ یا یوں کہیے کہ یہ پہلا کاروان تہذیب اسلامی اور اولین قافلہ حاملین حدیث رسول ﷺ تھا جو عازم ہند ہوا۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے مشہور روایت کے مطابق ۵۵ ہجری میں وفات پائی(۱۶)۔

۲۔ حضرت حکم بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ حضرت عثمان ابی العاصؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ پندرہ ہجری کے بعد ہندوستان میں آئے، بلاد سندھ وہند میں سے بندر گاہ تھانہ، بھڑوچ، دیبل اور مکران کے علاقہ میں یلغار کی اور زندگی کے آخری ایام بصرہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں ہی ۴۵ ہجری میں وفات پائی (۱۷)۔

۳۔ حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ بھی حضرت عثمان ثقفیؓ کے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی برصغیر میں کئی ایک مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔ انہوں نے زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور وہاں ان کا انتقال ہوا (۱۸)۔

۴۔ ربیع بن زیاد حارثیؓ: یہ عرب کے قبیلہ بنو مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۷ ہجری کو عہد فاروقی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت ربیع کو مختلف محاذوں پر لشکر اسلامی کا کمانڈر بنا کر بھیجا تو انہوں نے نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا اور ہر محاذ پر دادِ شجاعت حاصل کی۔ اس زمانے میں سجستان کا زیادہ علاقہ سندھ میں شامل تھا اور کچھ حدود ایران میں واقع تھا، اس محاذ پر بھی وہ گئے اور فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے۔ عہد فاروقی میں انہوں نے زرنج، زالق، کابل، سیوستان، کرمان اور مکران کی جنگوں میں شرکت کی۔ کرمان، مکران اور سیوستان کے گورنر بھی رہے۔ ان میں سے بعض علاقوں کا کچھ حصہ اس عہد میں پاکستان کے موجودہ صوبہ بلوچستان میں اور کچھ حصہ سندھ میں شامل تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ان علاقوں میں حضرت ربیع نے جو سلسلہ جہاد شروع کیا تھا، وہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ حکومت میں بھی جاری رہا۔ حضرت ربیع بن زیاد حارثی مذحجیؓ چوتھے صحابی رسول ﷺ ہیں جو حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں بسلسلہ جہاد وارد برصغیر ہوئے۔ اس نواح میں نبی ﷺ کی احادیث کی تبلیغ فرمائی۔ انہوں نے عہدِ معاویہ میں ۵۱ ہجری کو یا اس سے کچھ عرصہ بعد وفات پائی (۱۹)۔

۵۔ حضرت حکم بن عمرو بن مجدع ثعلبیؓ: عرب کا ایک مشہور قبیلہ بنو غفار تھا، جس کی ایک شاخ بنو ثعلب کہلاتی تھی۔ موصوف کا تعلق بنو غفار کی اسی شاخ سے تھا۔ اسی وجہ سے انہیں ثعلبی غفاری کہا جاتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۷ ہجری میں حضرت حکم کو مکران کا والی مقرر کیا اور لواءِ مکران سے نوازا۔ ۲۳ ہجری میں حضرت حکم نے پورے علاقہ مکران پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا۔ مکران کا یہ وہ حصہ تھا جو موجودہ بلوچستان میں شامل تھا۔ مکران اور اس کے قرب وجوار کا حکمران اس زمانے میں راجا راسل تھا جو ایرانیوں کا طرف دار اور باجگزار تھا۔ اس نے مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھائی۔ حضرت

معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت حکم کو خراسان کا والی مقرر کر دیا تھا۔ بہ اختلافِ روایات انہوں نے ۵۰ یا ۵۱ ہجری کو خراسان میں وفات پائی [۲۰]۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ عتبان انصاری: ۲۳ ہجری میں عبداللہ بن عبداللہ انصاریؓ کو مکران (بلوچستان) بھیجا گیا۔ اس وقت مکران میں حضرت حکم بن عمرو غفاری مصروف جہاد تھے۔ عبداللہ بن عبداللہ انصاری نے جہادِ مکران میں حکم بن عمرو غفاری کی مدد کی [۲۱]۔

۷۔ حضرت سہل بن عدی بن مالک خزرجی انصاریؓ: حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ سہل بن عدی کو مکران کا والی مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت سہل مکران گئے اور علاقہ مکران اور اس کے گردونواح کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا، جس میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ انصاریؓ نے بھی ان کی مدد کی۔ حضرت حکم بن عمرو غفاری بھی ان معرکوں میں شریک تھے۔ یہ تینوں بزرگ رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ تھے۔ یہ ۲۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ اسی سال بلوچستان کے بعض علاقے فتح کیے گئے [۲۲]۔

۸۔ حضرت شہاب بن مخارق تمیمیؓ: حضرت حکم بن عمرو ثعلبی جب مکران میں مصروف پیکار تھے تو یہ وہاں پہنچے اور شریک جہاد ہوئے۔ اس طرح ارض برصغیر کو ان کی قدم بوسی سے بہرہ یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی [۲۳]۔

۹۔ حضرت صحار بن عباس عبدیؓ: یہ صحابی نے ۵ ہجری میں دربار نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور جنگ مکران میں حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں شرکت کی [۲۴]۔

۱۰۔ حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ: انہوں نے جنگ قادسیہ میں بھی حصہ لیا اور فتح عراق میں بھی شامل رہے۔ اسی طرح نواح سندھ میں یلغار کی اور سجستان کے قرب و جوار کا وہ علاقہ جو سندھ سے ملحق تھا ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی زد میں آیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا [۲۵]۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ: حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابی ہیں جو عہد فاروقی میں ۲۳ ہجری کو جنگ سجستان میں حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ سے ملے اور ان دونوں کی جدوجہد سے وہ علاقہ فتح ہوا جو اس زمانے میں بلاد سجستان سے لے کر سندھ کے اندرونی حصے تک پھیلا ہوا تھا اور دریائے بلخ بھی اس میں شامل تھا [۲۶]۔

۱۲۔ حضرت نسیر بن دیسم بن ثور عجلیؓ: ان کو عرب کے قبیلہ بنو عجل کا فرد شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۳ ہجری میں جب حضرت سہل بن عدیؓ نے علاقہ قفص یعنی موجودہ بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا تو یہ ان کے ساتھ تھے [۲۷]۔

۱۳۔ حضرت حکیم بن جبلہ عبدیؓ: یہ صحابی عرب کے قبیلہ بنو عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے اور یہ پہلے مسلمان سیاح تھے جو سیاحت کی غرض سے برصغیر پاک وہند کے بعض علاقوں میں آئے اور وہاں کے حالات و قوائف سے واقفیت حاصل کی۔ پھر دوبارہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں ان کو برصغیر پاک وہند میں آنا پڑا مگر زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور وہاں پر کسی نے ان کو شہید کر دیا [۲۸]۔

۱۴۔ حضرت عبید اللہ بن معمر قریشی تمیمیؓ: حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں انہیں فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجا گیا تھا فتوحات مکران میں انہوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ اور مشہور روایت کے مطابق اصطخر کے ایک معرکے میں جام شہادت نوش کیا [۲۹]۔

۱۵۔ حضرت عمیر بن عثمان بن سعدؓ: ۲۹ ہجری کے قریب حضرت عثمانؓ نے مکران کا امیر بنا کر ان کو بھیجا تھا۔ اور یہ کافی عرصہ وہاں پر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور مشہور روایت کے مطابق ملک شام میں داعی اجل کو لبیک کہا [۳۰]۔

۱۶۔ حضرت مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمیؓ: حضرت مجاشعؓ نے موجودہ افغانستان کے دارالحکومت کابل میں اسلامی فوج کے ایک دستے کی کمان کرتے ہوئے مخالفین اسلام سے جہاد کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہی پاکستان کے صوبے بلوچستان میں مخالفین اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقہ سجستان پر علم فتح لہرایا [۳۱]۔

۱۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ قرشی تمیمیؓ: موصوف نے عراق اور فارس کی بعض جنگوں میں حصہ لیا۔ ۲۳ ہجری میں انہیں سجستان کا والی مقرر کیا گیا اور ہندوستان کے سرحدی علاقوں پر بھی انہوں نے حملے کیے اور کچھ علاقوں کو فتح بھی کیا۔ زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور مشہور روایت کے مطابق ۵۱ ہجری کو وہیں فوت ہوئے [۳۲]۔

۱۸۔ حضرت خریت بن راشد ناجی سامیؓ: سنتیس ہجری میں حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز تھے تو حضرت خریت وارد مکران ہوئے۔ اس طرح ارض برصغیر کو ان کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی [۳۳]۔

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن سوید تمیمیؒ: یہ صحابیؓ مخضرم تھے۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں علاقہ سندھ کی ایک جنگ میں شریک ہوئے (۳۴)۔

۲۰۔ حضرت کلیب ابووائلؒ: ان کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں سرزمین برصغیر میں تشریف لائے تھے (۳۵)۔

۲۱۔ حضرت مہلب بن ابو صفرہ ازدیؒ: عہد معاویہ میں ۴۴ ہجری کو حضرت مہلبؓ فوجی کی حیثیت سے حدود ہند میں داخل ہوئے اور پھر برصغیر کے بعض دور دراز علاقوں کو پامال کرتے چلے گئے۔ اسی اثناء میں سندھ کے ایک شہر قندابیل کا رخ بھی کیا۔ بالآخر اس عظیم مرد مجاہد اور صحابی رسول نے ایران کے شہر مرو میں ۸۳ ہجری کو وفات پائی (۳۶)۔

۲۲۔ حضرت عبداللہ بن سوار بن حمام عبدیؒ: حضرت عبداللہؓ کو حضرت معاویہؓ نے ۴۳ ہجری میں ۴۰۰۰ فوج کے ساتھ حدود ہند کی طرف روانہ کیا۔ جہاں وہ جہاد میں مصروف رہے۔ بالآخر حضرت عبداللہؓ نے ۴۷ ہجری کو قلات میں ترک باشندوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا (۳۷)۔

۲۳۔ حضرت یاسر بن سوار بن حمام عبدیؒ: یہ حضرت عبداللہؓ کے بھائی تھے اور دور معاویہ میں ان کے ساتھ ہی حدود ہند میں جہاد میں شریک رہے (۳۸)۔

۲۴۔ حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؒ: حضرت معاویہؓ کی خلافت میں زیاد بن ابی سفیان نے ۵۰ ہجری میں ان کو جنگ کے لیے فوج کا امیر بنا کر ہندوستان بھیجا۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے دور آخر میں ۵۹ ہجری کو وفات پائی (۳۹)۔

۲۵۔ حضرت منذر بن جارود عبدیؒ: حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں منذر کو اصطخر کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں عبیداللہ بن زیاد کے کہنے پر ۶۰ ہجری میں حضرت منذر کو ہند کی سرحدوں کی طرف روانہ کیا گیا۔ بوقان، قلات اور خضدار کی جنگوں میں انہوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ایک روایت کے مطابق ۶۲ ہجری میں سندھ کے مفتوحہ علاقوں کی عمارت اور گورنری کا منصب ان کے سپرد رہا۔ اسی اثناء میں ان کی وفات ہوئی (۴۰)۔

اصحاب الحدیث کا اولین کارواں صحابہ کرامؓ کا تھا۔ جو وارد ہند ہوا۔ ان حضرات کا اصل مقصد اہل ہند کو ان پاکیزہ اخلاق و کردار، صاف ستھری تہذیب و ثقافت اور تعلیم شائستگی کی ان بلند ترین اقدار

سے فیض یاب کرنا تھا جن کو اسلام میں بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔

سرزمین عجم پر فتوحات کا جو سلسلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوا وہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ۹۲ھ میں اموی دور حکومت میں مکمل ہوا جبکہ اس وقت ولید بن عبدالملک سلطنت اسلامی کے فرمانروا اور حجاج بن یوسف کوفہ کے گورنر تھے، حجاج کے بھتیجے محمد بن قاسمؒ نے ۱۷ سال کی عمر میں دیبل کے راستے سندھ میں داخل ہو کر سندھ کو فتح کیا۔ اس وقت سندھ پر ہندو بادشاہ راجہ داہر حکومت کر رہا تھا، اس معرکہ میں مسلمانوں نے سندھ کا ایک وسیع علاقہ فتح کیا اور راجہ داہر قتل کر دیا گیا، کثیر مقدار میں مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ سندھ میں اسلامی علوم کے آغاز اور ان کی اشاعت کے بارے میں سب سے پہلا اور باقاعدہ تحریری ثبوت محمد بن قاسمؒ کی فتح سندھ سے ملتا ہے۔ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ عرب فوج میں قرآن مجید کے بہت سے قاری تھے جن کو حجاج نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ قرآن کی قرأت پابندی سے کیا کریں(۴۱)۔

محمد بن قاسمؒ کے ہندوستان پر حملہ نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے مشن کو بہت تقویت پہنچائی تھی۔ برصغیر کے سندھ اور پنجاب کے خطوں میں دروس قرآن و حدیث کے عظیم مراکز و مدارس قائم ہوئے۔ جن میں جلیل القدر تابعین و تبع تابعین قرآن و حدیث و دیگر اسلامی علوم کی درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ محمد بن قاسمؒ نے موسی بن یعقوب الثقفیؒ کو باقاعدہ درس حدیث پر مقرر فرمایا(۴۲)۔

اس طرح سندھ کی جانب سے برصغیر میں اسلام پہلی صدی ہجری میں داخل ہوا، اسی مناسبت سے سندھ کو "باب الاسلام" کہا جاتا ہے۔ سندھ فتح ہونے کے بعد اہل عرب کثرت سے سندھ میں آنے لگے اور اہل سندھ نے بھی عرب کی آمدورفت شروع کر دی۔ اہل عرب اور اہل ہند کی آمدورفت کے نتیجہ میں اہل ہند اور خصوصاً اہل سندھ کو علوم دینیہ کے حصول کا شوق و جذبہ پیدا ہوا اور اہل عرب سے قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے شروع کیے۔ علوم دینیہ میں علم تفسیر اور حدیث کو خصوصی و امتیازی مرتبہ حاصل تھا، اس لیے انفرادی دروس کے علاوہ مراکز علم بھی قائم کیے گئے اور علماء بھی تیار ہوئے مثلاً ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھیؒ یہ مشہور محدث اور معروف تبع تابعی تھے انہوں نے ابو امامہ سہل بن حنیفؓ کو دیکھا ہے۔ بے شمار تابعین کرام سے انہوں نے حدیث کا سماع کیا مثلاً: محمد بن کعب قرظی، نافع

مولی ابن عمر، سعید مقبری، محمد بن منکدر اور ہشام بن عروہ وغیرہ۔ اس سندھی محدث اور تبع تابعی کا رنگ سرخ، آنکھیں نیل گوں اور جسم بھاری بھر کم تھا۔ عباسی خلیفہ مہدی ان کو اپنے ساتھ عراق لے گیا تھا اور ایک ہزار دینار عطا کیے تھے۔ وہ ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس نے ان سے لوگوں کو تعلیم دینے کی درخواست کی تھی، ابو معشر ۱۷۰ھ رمضان میں فوت ہوئے اور ان کی عمر نانوے سال تھی۔ اسی سال ہارون الرشید تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کا جنازہ پڑھایا اور ان کی موت پر حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بغداد کے مقبرۃ الکبیرہ میں دفن کیے گئے[(۴۳)]۔ ابو عبد اللہ محمد بن رجاء سندھیؒ[(۴۴)]۔ حافظ ابو بکر محمد بن محمد بن رجاء السندھیؒ (۲۸۶ھ / ۸۹۹ء)[(۴۵)]۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ (۲۳۲ھ / ۸۴۶ء)۔ دیبل کراچی کا نام تھا۔ جسے محمد بن قاسمؒ نے فتح کیا۔ اس کی فتوحات کے واقعات مشہور ہیں[(۴۶)]۔ ابو جعفر بن خطاب قصداریؒ[(۴۷)]۔ قصدار (قزدار) سندھ کا بڑا مشہور شہر تھا جسے مسلمانوں نے سنان بن سلمہؓ کی قیادت میں فتح کیا جو کہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا[(۴۸)]۔

سندھ کے علاوہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ کی جانب سے سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ / ۱۰۰۲ء میں داخل ہو کر اسلام کے فروغ و اشاعت کی راہ ہموار کی۔ غزنوی عہد حکومت میں اسلام کی جڑیں لاہور اور گردونواح میں مستحکم ہو گئیں[(۴۹)]۔ سلطان محمود غزنوی کا حدیث رسول ﷺ سے بہت تعلق تھا وہ متبع سنت نبوی تھے۔ اور اس کو رائج کرنے کا ان کا بڑا رجحان تھا۔

برصغیر میں تابعین کی ایک کثیر تعداد تشریف لائی، جن کی تفصیل مشہور مؤرخ محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ ان میں سے ۴۲ تابعین کے اسماء ملتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

ابن اسید بن اخنسؒ[(۵۰)]، ابو شیبہ جوہریؒ[(۵۱)]، تاغر بن ذعر[(۵۲)]، حاتم بن قبیصہؒ[(۵۳)]، حکم بن منذر عبدیؒ[(۵۴)]، راشد بن عمرو بن قیس ازدیؒ[(۵۵)]، زائدہ بن عمیر طائی کوفیؒ[(۵۶)]، زیاد بن حواری عمیؒ[(۵۷)]، ابو قیس زیاد بن رباح بصریؒ[(۵۸)]، حکم بن عوانہ کلبیؒ[(۵۹)]، معاویہ بن قرہ مزنی بصریؒ (۱۱۳ھ)[(۶۰)]، مکحول بن ابو عبد اللہ سندھیؒ (۱۱۳ھ)[(۶۱)]، عبد الرحمٰن بن عباسؒ[(۶۲)]، عبد الرحمٰن سندھیؒ[(۶۳)]، قطن بن مدرک کلابیؒ[(۶۴)]، قیس بن ثعلبہؒ[(۶۵)]، کہمس بن حسن بصریؒ (۱۴۹ھ)[(۶۶)]، یزید بن ابو کبشہ سکسکی دمشقیؒ (۹۶ھ)[(۶۷)]، موسی سیلانیؒ[(۶۸)]، موسی بن یعقوب ثقفیؒ[(۶۹)]، عبد الرحمٰن کندیؒ[(۷۰)]، عبد الرحمٰن بیلمانیؒ[(۷۱)]، عمر بن عبید اللہ قرشی تیمیؒ[(۷۲)]، شمر بن عطیہ بن عبد الرحمٰن اسعدیؒ[(۷۳)]، سعید بن اسلم کلابیؒ[(۷۴)]، سعید بن کندیر

قشیریؒ (۷۵)، سعد بن ہشام انصاریؒ (۷۶)، عبدالرحمٰن بن عبداللہؒ (۷۷)، حارث بن مرہ عبدیؒ (۷۸)، حارث بیلمانیؒ (۷۹)، ایوب بن زید ہلالیؒ (۸۴ھ) (۸۰)، حری بن حری باہلی (۸۱)، عباد بن زیاد بن ابوسفیانؒ (۱۰۰ھ) (۸۲)، یزید بن مفرح حمیریؒ (۶۹ھ) (۸۳)، ربیع بن صبیح سعدی، بصریؒ (۱۶۰ھ) (۸۴)، مجاعہ بن سعر تمیمی (۸۵)، عطیہ بن سعد عوفیؒ (۱۱۱ھ) (۸۶)، حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) (۸۷)، صیفی بن فسل شیبانیؒ (۵۲ھ) (۸۸)، ابوسلمہ زطیؒ (۸۹)، محمد بن قاسمؒ، حباب بن فضالہ ذہلی (۹۰)۔

تمام تابعین عظام قرآن و سنت کے شیدائی تھے ان کے زمانہ میں قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے علاوہ کوئی آواز ہی نہ آتی تھی کیونکہ مروجہ مذاہب اربعہ یا دوسرے ظاہری مذہب وغیرہ کا نام نشان ہی نہ تھا۔

برصغیر میں تبع تابعینؒ:

برصغیر میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی طرح کثیر تعداد میں تبع تابعین بھی تشریف لائے۔ لیکن جن کے نام و حالات تاریخ نے محفوظ کیے، ان کی تعداد تابعینؒ کی نسبت تھوڑی ہے۔ ان صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے اسلام کے ابتدائی عہد میں برصغیر کا عزم کیا اور انہیں کی کوششوں سے اسلام اور علم حدیث برصغیر تک پہنچا۔

ابتدائی چار صدیوں میں ہندوستان میں لوگوں کا رجحان صرف حدیث نبوی کی طرف تھا کیونکہ جب اسلام ہندوستان میں داخل ہوا تو قرآن و حدیث کے علاوہ اور کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ لوگ علماء اور محدثین کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم مقدسیؒ جس نے سلطان محمود غزنوی کے حملہ سے پہلے ۳۷۵ھ میں سندھ کو دیکھا۔ وہ اس خطہ کے متعلق لکھتا ہے: "ان میں سے اکثر لوگ حدیث کی طرف رجحان رکھنے والے ہیں" (۹۱)۔

اوائل صدیوں میں عرب سے آنے والے مشہور محدثین کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ موسیٰ بن یعقوب الثقفیؒ (۹۲) ۲۔ یزید بن ابی کبشہ دمشقی (۹۳)

۳۔ ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصریؒ (۹۴) ۴۔ ابو حفص ربیع بن صبیحؒ (۹۵)

چوتھی صدی ہجری کے دوسرے نصف حصہ میں سندھ پر اسماعیلیوں کی حکومت کے قیام سے لے کر آٹھویں صدی ہجری کے وسط تک زیریں سندھ میں اسماعیلیوں کا اثر کسی نہ کسی شکل میں مسلسل باقی

رہا۔ سندھ پر عربوں کی حکومت ختم ہو جانے کے بعد جو حالات رونما ہوئے۔ ان میں سے عرب ممالک اور بالخصوص حجاز میں واقع علم حدیث کے مراکز سے سندھ کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ اس طرح جنوبی ہند میں علم حدیث کا احیاء کرانے میں بھی تاخیر ہو گئی۔

سندھ میں عرب حکومت کمزور پڑ جانے کے بعد شمال مغربی سرحدی جانب سے جب غزنویوں اور غوریوں کی حکومت یہاں قائم ہوئی تو براہ راست محدثین کی آمدورفت کم ہو گئی ان کی بجائے خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ کے علما یہاں فروکش ہوئے۔ اس دور میں مذاہب اربعہ کا رواج بھی کسی قدر پڑ چکا تھا اور یہ فاتحین بھی حنفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ساتھی فقہائے کرام کا تعلق علم حدیث سے بہت کم تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صراحت کی ہے۔"**واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديما وحديثا**" (۹۶) ترجمہ: ان کی قدیم اور جدید زمانہ میں علم حدیث کے ساتھ مشغولیت کم تھی۔

سید عبدالحئیؒ حسنی حنفی لکھتے ہیں: ۶۵۶ھ میں سقوط بغداد کے بعد برصغیر میں حدیث کی طرف رجحان کم رہا زیادہ تر ادب، شعر، فقہ، اصول فقہ، ریاضی اور یونانی علوم کی طرف رجحان کرتے تھے۔ حدیث کی طرف ان کا اتنا ہی رجحان تھا جس قدر احادیث فقہ کی کتب میں آجاتی تھیں۔ ان کی نظر صرف صغانی کی کتاب مشارق الانوار کی طرف ہوتی تھی اور اگر کوئی مصابیح السنہ یا مشکوٰۃ پڑھ لیتا تو اسے محدث سمجھا جاتا تھا۔ ایسا ان کے علم حدیث سے ناواقفیت کی بناء پر تھا۔ وہ حدیث کی کتب کو نہ پڑھتے تھے نہ جانتے تھے اور نہ ہی محدثین کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ کو بھی علم اور فہم کے لیے نہیں بلکہ برکت کے لیے پڑھا جاتا تھا۔ وہ تقلید کے قائل تھے اور تحقیق کی طرف ان کا میلان نہیں تھا اس لیے یہاں زیادہ تر ایسے فتاویٰ دیے جاتے تھے جن میں فقہ کو احادیث پر فوقیت دی جاتی۔ جب دسویں صدی ہجری میں یہاں علمائے محدثین تشریف لائے تو حدیث کی طرف رجحان شروع ہوا(۹۷) اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ شیخ شمس الدین ترک جب آٹھویں صدی ہجری میں سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور میں وارد ہند ہوئے تو یہاں کے حالات کے متعلق سلطان وقت سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں۔

"میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں احادیث مصطفیٰ ﷺ کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور فقیہوں کی روایت پر عمل کی دیواریں استوار کی جاتی ہیں، تعجب ہے کہ جس شہر

میں لوگ حدیث کی موجودگی میں فقہ کی روایت پر عمل کریں تو وہ شہر تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور اس پر آسمانی مصائب کیوں نہیں پھوٹنے لگتے" (۹۸)۔

سید سلیمان ندویؒ نے عہد تغلق میں علم حدیث کے متعلق لکھا ہے:

"اس عہد میں علم حدیث کے ساتھ لوگوں کو جو بے اعتنائی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدینؒ کے زمانہ میں مسئلہ سماع کی تحقیق کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ مناظرہ کے ایک فریق شیخ نظام الدینؒ سلطان الاولیاء تھے اور دوسری طرف تمام علماء۔ شیخ کا بیان ہے کہ جب میں کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو علماء بڑی جرأت اور بے باکی سے کہتے کہ اس ملک میں حدیث پر فقہی روایت مقدم سمجھی جاتی ہے اور کبھی یہ کہتے کہ چونکہ اس حدیث سے شافعیؒ نے استدلال کیا ہے اور وہ ہمارا مخالف ہے اس لیے ہم اس حدیث کو نہیں مانتے"(۹۹)

اس عمومی حالت کے باوجود یہاں خال خال شخصیات ایسی بھی نظر آتی ہیں جنہوں نے اس بے اعتدالی اور جمود کو قبول نہیں کیا۔ ان میں نامور علماء یہ ہیں:

شیخ حسن بن محمد صنعانیؒ: موصوف کی کنیت ابو الفضائل ہے۔ آپ کا خاندان ماوراء النہر اور غزنین سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر والد محترم نے ہندوستان سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ ۵۵۷ھ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن کے اعتبار سے صغانی اور مؤلد کے اعتبار سے لاہوری معروف ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ اور تکمیل حجاز، یمن اور عراق کے شیوخ سے کی۔ اپنے وقت کے عظیم محدثین وفقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی تصانیف کا دائرہ، حدیث، فقہ اور لغت تک وسیع ہے۔ جن کی تعداد دور دور جن کے قریب ہے۔ جن میں سب سے مشہور "مشارق الأنوار النبویۃ من صحاح الاخبار المصطفویۃ" ہے۔ جو صحیحین کی صرف قولی احادیث کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے ہندوستان میں مولانا خرم علی بلھوری المتوفی ۱۲۷۰ھ کے ترجمہ اور تشریح کے ساتھ لکھنو سے ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوئی۔ [۱۰۰]

علی المتقیؒ: ان کا مکمل نام علی بن حسام الدین بن عبد المالک المتقی ہے۔ جو کہ ۸۸۵ھ کو برہان پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں سے حاصل کی پھر ملتان میں شیخ حسام الدین المتقی کے ہاں دو سال رہ کر علوم کی تکمیل کی۔ غالباً المتقی کا لقب انہیں استاد کی نسبت سے حاصل ہوا۔ حدیث کا معروف دائرۃ المعارف

جو کہ "کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ان کی وفات ۹۷۵ھ میں ہوئی [۱۰۱]۔

شیخ محمد طاہر پٹنیؒ: "پٹن" احمد آباد کے پاس ایک قصبہ کا نام ہے اور اب تک آباد ہے۔ اسی ٹپن میں پیدا ہونے والے شیخ محمد بن طاہر پٹنی کے نام سے مشہور ہوئے۔ موصوف کی حدیث میں بہت سی خدمات ہیں مثلاً: مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات، مغنی فی اسماء الرجال" ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ اور مطبوع ہیں۔ موصوف ۹۸۶ھ کو دنیا کو خیر باد کہہ گئے۔[۱۰۲]

شیخ ابو الحسن سندھیؒ: موصوف کا نام محمد، کنیت ابو الحسن اور لقب نورالدین تھا۔ سندھ کے مرکز علم ٹھٹہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر حجاز مقدس کا سفر کیا اور حصول تعلیم کے بعد حرم نبوی ہی میں تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دینا شروع کر دیا۔ ان کی تصنیفات میں الصحاح ستہ پر حواشی کو خاصی شہرت حاصل ہے۔ بالآخر ۱۱۳۸ھ کو موصوف رحلت فرماگئے [۱۰۳]۔

شیخ محمد حیات سندھیؒ: موصوف ۱۲صدی ہجری کے نامور محدثین میں سمجھے جاتے ہیں جو کہ سندھ کے ضلع سکھر کے علاقہ عادل پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حجاز پہنچ گئے۔ مولانا ابو الحسن سندھی کی وفات کے بعد انہیں کے جانشین بنے اور ان کی مسند پر ۲۴ سال حدیث کا درس دیتے رہے۔ ان کی تصنیفات میں : الایقاف علی سبب الاختلاف" اور "تحفۃ الأنام فی العمل بحدیث النبی ﷺ" کے نام مشہور ہیں۔ موصوف ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ کو مدینۃ منورۃ میں فوت ہوئے [۱۰۴]

آخری دور میں **شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی** نے بھی اپنی تعلیمات کی بنیاد کشف والہام اور مشرب مرشد کی بجائے کتاب و سنت پر رکھی۔ سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں۔ "حضرت مجدد نے اپنی تعلیم کی بنیاد اتباع سنت پر رکھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم حدیث اور شمائل کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہونے لگی [۱۰۵]۔

برصغیر میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں محدثین عظام نے علم حدیث کی آبیاری نہ کی تاہم ان میں سے مشہور یہ ہیں:۔

شیخ احمد سرہندیؒ: موصوف ۱۵۶۴ء کو سرہند میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے سیالکوٹ، کشمیر وغیرہ کا سفر کیا۔ شیخ نے حدیث کے میدان میں گراں قدر

خدمات سرانجام دیں، اور پھر بالخصوص انہوں نے مسلمانوں کو جمود کے خاتمے اور قرآن و حدیث کے مطالعہ کی بہت رغبت دلائی۔ اسی مناسبت سے ان کا ایک رسالہ "اربعین" کے نام سے منظر عام پر ہے۔ شیخ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۶۲۴ء کو وفات پائی (۱۰۶)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ: یہ جنوری ۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ ۱۵۹۲ء کو حصول تعلیم کے بعد ہندوستان واپس آئے تو ایک مدرسہ دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ جس میں تدریس حدیث کے علاوہ حدیث پر تحریری کام بھی بہت کیا۔ مثلاً مشکوٰۃ کی دو شرحیں ایک فارسی زبان میں اشعۃ اللمعات اور دوسری عربی زبان میں لمعات التنقیح لکھیں۔ فارسی شرح کے مقابلے میں مشکوٰۃ کی عربی شرح زیادہ واضح اور مفصل ہے، نیز مشکوٰۃ کے ہی حوالے سے ایک اور کتاب جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ مرتب کی، جس میں مشکوٰۃ کے ہر ایک باب سے ایک یا دو حدیثوں کو اخذ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ، ترجمۃ أحادیث الأربعین، الأحادیث فی ابواب علوم الدین اور دستور فیض النور وغیرہ کتب حدیث بھی موصوف کی ہیں۔ آپ نے ۹۱ سال کی عمر میں ۱۶۴۲ء کو وفات پائی (۱۰۷)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: شاہ ولی اللہؒ ۱۱۱۴ھ کو پید ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقے کے بزرگ علماء سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ ۱۱۴۳ھ کو ہندوستان واپس آکر خدمت حدیث میں مصروف ہوگئے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی زندگی کے ۱۷ سال کی عمر میں ہی تدریس کا آغاز کر دیا۔ اس اعتبار سے تدریس حدیث کے علاوہ حدیث کے میدان میں تحریری شکل میں بھی نمایاں کام سرانجام دیا ہے۔ مثلاً المسویٰ (عربی) اور المصفی (فارسی) مؤطا امام مالک کی دو شرحیں لکھیں۔ نیز حجۃ اللہ البالغۃ، الإنصاف فی سبب الإختلاف، مجموعۃ رسالۃ اربعۃ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین، تاویل الأحادیث فی رموز قصص الأنبیاء اور مسلسلات کے نام سے مختلف کتب حدیث کو تالیف کیا۔ بالآخر شاہ ولی اللہؒ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ء بمطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو ۶۲ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے (۱۰۸)۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ: شاہ عبدالعزیز ۱۷۴۷ء کو علمی خاندان شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ موصوف نے خدمت حدیث کے اس بابرکت کام میں حصہ ڈالنے کے لیے بستان المحدثین کے نام سے فارسی زبان میں ایک کتاب تحریر کی، عجالہ نافعہ بھی حدیث پر ان کی کتاب ہے، جس میں محدثین کے

حالات درج ہیں۔ شاہ عبد العزیز بروز اتوار ۱۸۲۴ء کو ۷۷ سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے کوچ فرما گئے (۱۰۹)۔ بعض تذکرہ نگار انہیں برصغیر میں علم حدیث کے بانی قرار دیتے ہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے برصغیر میں علم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا ہے اور علم حدیث رائج کرنے کی بھرپور کوشش کی (۱۱۰)۔

برصغیر کے مسلمانوں نے اسلامی علوم کے فروغ کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور ادب میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے ہیں۔ علمائے برصغیر نے دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے فروغ کا اہتمام کیا اور کتب حدیث، صحاح ستہ، مسانید اور معاجم وغیرہ کے ترجمہ و تشریح اور تحقیق و تخریج میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس وقت ہمیں ان کتب حدیث کی بہت سی شروحات ملتی ہیں۔ یہ علمائے برصغیر کی علم حدیث کے ساتھ والہانہ عقیدت کا بین ثبوت ہے۔ جن میں نمایاں نام یہ ہیں۔

نواب سید صدیق حسن خانؒ: نواب صاحب ہندوستان کے شہر بانس بریلی میں ۱۸۳۲ ءکو پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد حدیث کے میدان گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ موصوف نے عربی، فارسی اور اردو میں دوسو بائیس کے قریب کتابیں لکھیں جن میں سے علم حدیث پر چند کتابیں یہ ہیں:

عون الباری شرح تجرید بخاری، مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی)، منہج الوصول (فارسی)، ھدایۃ السائل، الروضۃ الندیۃ شرح درر البھیۃ، فتح المغیث، موائد العوائد وغیرہ۔ سید صاحب 58 سال کی عمر میں فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں وفات پاگئے (۱۱۱)۔

سید نذیر حسین دہلویؒ: سید نذیر حسین دہلوی صاحب بہار کے ضلع مونگھیر میں پیدا ہوئے۔ موصوف کی تصنیف و تالیف کی تعداد ۷۵ ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: معیار الحق، ثبوت الحق، واقعات الفتوی ودافعۃ البلوی، فلاح الولی فی اتباع النبی ﷺ اور فتاویٰ نذیریہ وغیرہ۔ اپنے استاد شاہ محمد اسحاق نواسہ شاہ عبد العزیز کے بلد و حجاز میں جانے کے بعد انہوں نے مسند حدیث سنبھالی۔ میاں صاحب ۱۰۰ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء کو دہلی میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے (۱۱۲)۔

رشید احمد گنگوہیؒ: موصوف سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا کو تذکرۃ الرشید کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ ترمذی پر آپ کی تقاریر کا مجموعہ الکوکب الدرری کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ سبیل

الرشادوغیرہ بھی آپ ہی کی کتب ہیں۔ آپ ۱۹۰۵ء کو تقریباً ۸۷ سال کی عمر میں دنیافانی کو خیر باد کہہ گئے (۱۱۳)۔

مولانا شمس الحق ڈیانویؒ: مولانا ۱۸۵۶ء کو اعظم آباد کے قصبہ ڈیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حدیث کے میدان میں بہت شہرت حاصل کی۔ کتب حدیث میں سے غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد، القول الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، التعلیق المغنی علی کتاب سنن الدار قطنی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ نے ۱۲/ مارچ ۱۹۱۱ء کو وفات پائی (۱۱۴)۔

مولانا عبدالجبار غزنویؒ: موصوف ۱۸۵۱ء کو غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مدرسہ غزنویہ کی بنیاد رکھی، جہاں حدیث کی تدریس میں بہت بلند نام پیدا کیا۔ مولانا ۱۹۱۲ء کو فوت ہوگئے (۱۱۵)۔

حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی: حافظ صاحب اعوان خاندان میں ۱۸۵۰ء کو سیداں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ مولانا نے سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث پڑھنے کے بعد وزیر آباد میں دارالحدیث کی بنیاد رکھی اور ۲۴ سال تک تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے۔ اور ۳۵ مرتبہ پوری صحاح ستہ پڑھائی۔ تصنیف و تالیف کی بجائے تدریس کے ذریعے مولانا موصوف نے برصغیر میں علم حدیث کی اشاعت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی (۱۱۶)۔

مولانا وحید الزمانؒ: مولانا کانپور میں ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تقریباً دو درجن سے زائد کتابیں لکھیں ان میں سے حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتابیں مشہور ہیں: کشف المغطا عن المؤطا لترجمۃ مؤطا امام مالک، الھدی المحمود لترجمۃ سنن ابی داؤد، المعلم لترجمۃ صحیح مسلم، تسہیل القاری شرح اردو صحیح بخاری، رفع العجاجۃ عن ترجمۃ سنن ابن ماجۃ، روض الرمی من ترجمۃ المجتبیٰ (سنن نسائی کا ترجمۃ)۔ وحید الزمان صاحب ۱۵/ مئی ۱۹۲۰ء کو حیدر آباد میں صدائے ربانی پر لبیک کہہ گئے (۱۱۷)۔

انور شاہ کشمیری: شاہ صاحب ۱۸۷۵ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث کی مناسبت سے ترمذی کی شرح العرف الشذی کی وجہ سے حدیث میں ان کو شہرت ملی۔ آپ ۱۹۳۴ء کو ۶۰ سال کی عمر میں دیوبند میں فوت ہوئے۔(۱۱۸)

خلیل احمد سہارنپوریؒ: خلیل احمد سہارنپوری ۱۸۵۲ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث میں سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود لکھی۔ آپ نے ۱۹۲۷ء کو وفات پائی، اور بقیع الغرقد میں دفن ہوئے (۱۱۹)۔

حافظ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوریؒ: آپ ۱۸۶۶ء کو مبارک پور میں پیدا ہوئے۔ حدیث کا علم سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کیا۔ خدمت حدیث کی مناسبت سے سنن ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کی وجہ سے شہرت پائی۔ اور پورے عالم اسلام میں مشہور ہوگئے۔ ۱۹۳۵ء کو کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد وفات پاگئے (۱۲۰)۔

حافظ محمد گوندلویؒ: آپ گوجرانوالہ کے نواح گوندلانوالہ میں ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر اپنی زندگی کے تقریباً ۶۰ سال تدریس حدیث میں صَرف کیے۔ مولانا نے حدیث کی تدریس کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دو سال کا عرصہ تدریس میں گزارا۔ آپ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ چند ایک کتب حدیث یہ ہیں: تقاریر صحیح بخاری، شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی)، درس صحیح بخاری، الاصلاح، مقالات حافظ محمد گوندلوی اور دوامِ حدیث وغیرہ اس کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر بیس سے زائد کتب لکھیں۔ ۱۹۸۵ء میں فوت ہوئے (۱۲۱)۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ: مولانا امر تسر کے قصبہ بھوجیان میں ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنف اور مؤلف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ کتب حدیث کی مناسبت سے سنن نسائی کی شرح التعلیقات السلفیہ، فیض الودود تعلیق علی سنن ابی داؤد، پیارے رسول کی پیاری دعائیں جیسی کتب تالیف کیں۔ آپ تین اکتوبر ۱۹۸۷ء کو فوت ہوئے، اور لاہور کے قبرستان میں مدفون ہیں (۱۲۲)۔

حدیث کی نشرواشاعت میں اہم کردار علماء کے ساتھ ساتھ مراکز حدیث کا بھی ہے۔ کیونکہ مراکز حدیث ایک ایسے بنیادی ادارے ہوتے ہیں جن سے بہت باوقار اور بلند عزم و ہمت والی شخصیتیں جنم لیتی ہیں جو حالات کے رخ کو بدلنے میں بہت نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ مراکز حدیث آغاز اسلام سے اب تک مختلف صورتوں میں اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ اس کی جدید ترین شکل ایک باقاعدہ تعلیمی ادارے کی ہے، جہاں شب و روز سینکڑوں حدیثوں کی تدریس، افہام و تفہیم اور ان پر عمل کا کام جاری ہے۔ برصغیر کے نمایاں مراکز حدیث میں ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ

اسلامیہ، گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، تقویۃ الاسلام، لاہور، جامعہ رحمانیہ، لاہور، جامعہ نعیمیہ، لاہور، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، دارالحدیث وزیر آباد اور مدرسہ رحیمیہ دہلی قابل ذکر ہیں (۱۲۳)۔

برصغیر کے علوم اسلامیہ کے نصاب کو مولانا ابوالحسنات ندوی حنفی نے پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے جن کے مطابق پہلا دور بارہویں صدی عیسوی اور پندرہویں صدی عیسوی کے درمیان تقریباً ۲۰۰ سال تک رہا۔ اس میں علوم عقلیہ کو فوقیت تھی حدیث میں صرف مشارق الانوار اور مصابیح السنۃ شامل نصاب تھیں۔ دوسرا دور ایک صدی پر محیط ہے جس میں یہی نصاب رائج رہا۔ تیسرے دور جو کہ شاہ ولی اللہؒ کی وفات تک محیط ہے اس میں مشکوٰۃ المصابیح، شمائل ترمذی اور صحیح بخاری شامل نصاب ہو گئیں۔ پھر دور چہارم میں صرف حدیث کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح شامل نصاب رہی۔ دور پنجم ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اس نصاب میں کتب حدیث کا بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہو گئیں (۱۲۴)۔

عصر حاضر کے درس نظامی کے نصاب میں حدیث کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اسی مناسبت سے مدارس سلفیہ میں کتب صحاح اور دیگر کتب حدیث کو بالاستیعاب پڑھایا جاتا ہے، اور پھر افہام و تفہیم کے لیے بھی اچھا خاصا وقت صرف کیا جاتا ہے۔ نیز جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں باقاعدہ حدیث و سیرت میں ایم۔اے کروایا جاتا ہے اور پھر ہر یونیورسٹی کے ایم۔اے علوم اسلامیہ میں حدیث کا پرچہ باقاعدہ شامل ہے (۱۲۵)۔

برصغیر کے تدریس اسالیب حدیث میں جو طریقہ مروج ہے اس میں مطالعہ، قرأۃ، سماع، مباحثہ، اعادہ، پڑھنے کی مشق اور املی جیسے ارکان شامل ہیں۔ جس سے حدیث کے افہام و تفہیم اور عربی متن کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

پاک و ہند میں مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر تدریس و ترویج حدیث کی سعادت شاہ ولی اللہؒ کی ذات گرامی کا مقدر تھی۔ آپ نے یہاں معقولی و منقولی نظام تعلیم میں پرورش پائی لیکن جب زیارت حرمین کی اور وہاں علم حدیث کو حاصل کرنے کے بعد ہندوستان واپس آئے تو مسلکی تعصب کی جگہ بین المسالک

تطبیقی فکر نے لی اور اسی وجہ سے آپ نے مؤطا کی دو شرحیں المسویٰ (عربی) اور المصفیٰ (فارسی) میں لکھیں۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں اس کو صحیحین کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اور فکر محدثین کی طرف رجوع کی طرف تلقین کی۔ اس مشن اور فکر کو لے کر آپ کا خاندان آگے بڑھا یہاں پر دارالحدیث کا قیام اور کتب حدیث کی تدریس میں اضافہ کا سہرا اپنے سر باندھا۔ پھر اسی مشن کو شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی نے چار چاند لگا دیئے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ کے مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی۔ اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفیٰ کی طرف واپسی ہوئی" (۱۲۶)۔

برصغیر میں چودھویں صدی ہجری تک علماء ہاتھ سے لکھ کر کتب حدیث پھیلاتے تھے۔ ان میں علم حدیث اور دیگر علوم (عموما عربی، اردو اور فارسی زبان) کے گراں قدر لٹریچر شامل ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز میں علمائے برصغیر نے اسلامی کتب کی اشاعت کے لیے چھاپے خانے قائم کئے اور اسلام علوم خصوصا علم حدیث کی اہم اور نادرونایاب کتابیں طبع کیں۔ ان مطابع سے بہت سی مفید کتابیں چھپ کر منظر عام پر آگئی۔ لیکن بعض لٹریچر اب تک مخطوطات کی شکل میں ہیں۔

برصغیر میں بہت سے اہل علم اور ادارے ایسے ہیں جنہوں نے ان تصانیف کو مخطوطات کی شکل میں محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱) طبری، محمد بن جریر، جامع البیان المعروف تفسیر طبریالمکتبہ التجاریہ، القاہرہ ص: ۳۸/۲

۲) صدیقی، زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ،ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۳۱

۳) محمد اسلم سیف، قاضی، تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینہ میں ،مکتبہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۴ء، ص:۱۲۷

۴) نسائی، احمد بن شعیب، السنن ،دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، ص:۱۳۸، رقم الحدیث:۳۱۷۳

۵) بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان،المکتبہ التجاریۃ الکبریٰ،القاہرہ،۱۹۵۹ء، ص:۸۴

۶) ندوی، سید سلیمان، عربوں کی جہاز بانی ،اسلامک کلچر، حیدر آباد،دکن، ص:۵۲

۷) غازی، محمود احمد، محاضرات حدیث الفیصل ناشران کتب، لاہور،۲۰۰۴ء ص:۴۱۳

۸) رازی، عبدالرحمان بن ابی حاتم، کتاب الجرح والتعدیل ،دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۵۲ء، ص:۸

۹) ابن کثیر، ابوالفداءاسماعیل،البدایہ والنہایہ، مکتبۃ المعارف،بیروت ۱۹۸۳ء،ص: ۸۸/۹

۱۰) ایس ایم ناز، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث،مقبول اکیڈمی لاہور،۱۹۹۳ء، ص:۱۵۶

۱۱) محمد اسحاق، ڈاکٹر، علم حدیث میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ،ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور،،ص:۲۷

۱۲) ایضاً، ص:۳۴

۱۳) بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش،ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور،۱۹۷۶ء، ص:۴۶

۱۴) ایضاً،ص:۴۷۔ابن حزم،ابو محمد علی بن احمد بن سعید، جمہرۃ انساب العرب ،دارالمعارف، مصر ۱۳۸۲ھ، ص:۲۶۶

۱۵) مبارکپوری، اطہر، قاضی، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں،مکتبہ عارفین،کراچی، ص:۱۷ -۲۷

۱۶) ابن حجر،احمد بن علی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، طبع مصر،ص: ۲۸/۸

۱۷) ابن العماد، عبدالحئی، شذرات الذہب، مکتبۃ القدس، القاہرہ ۱۳۵۰، ص: ۵۵/۱

۱۸) ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ ،دارصادر، بیروت۔۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء ص:۱۸۰/۷، مبارکپوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان، تخلیقات۔لاہور ۲۰۰۴ء، ص:۱۷۸

۱۹) طبری، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری ،دارالمعارف۔القاہرہ ۱۹۶۳ء،ص: ۱۸۱/۴

۲۰) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ،ص: ۱۷۷/۱۰

۲۱) طبری، ابن جریر، تاریخ طبری ص: ۴/۱۸۲

۲۲) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ،ص: ۱۰/۱۹۹

۲۳) طبری،تاریخ طبری ص: ۴/۱۸۲

۲۴) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ،ص: ۱۰/۱۷۶

۲۵) طبری،تاریخ طبری ص:۴/۱۸۰

۲۶) مبارکپوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص:۲۶۳

۲۷) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص۷۸

۲۸) طبری،تاریخ طبری ص: ۴/۲۶۴

۲۹) بھٹی،برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۷۹

۳۰) ایضاً،ص:۸۰

۳۱) ایضاً،ص:۸۱

۳۲) ابن حجر، الاصابہ فی تمییزالصحابہ،ص: ۲/۴۹

۳۳) ایضاً،ص: ۵/۹۳

۳۴) بھٹی،برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۸۳

۳۵) مبارکپوری،ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص:۶۷

۳۶) بھٹی،برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص:۸۵

۳۷) ایضاً،ص:۸۵

۳۸) بھٹی،برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۸۵

۳۹) ابن حجر، الاصابہ فی تمییزالصحابہ،ص: ۶/۱۶۰

۴۰) مرزا قلیچ بیگ، چچ نامہ،مترجم انگلش، فریدون بیک کراچی، ص:۷۸

۴۱) عبدالحئی حسنی، نزہۃ الخواطر ،دائرۃ المعارف، حیدر آباد، بھارت، ص: ۱/۳۵

۴۲) ایضاً،ص: ۱/۳۵

۴۳) مبارکپوری،رجال السند والہند،المطبعۃالحجازیۃ، بمبئی،۱۹۵۸ء، ص:۲۱۷

۴۴) ایضاً، ص:۳۳۶

۴۵) ایضاً، ص:۲۰۴

۴۶) ایضاً، ص:۸۹

۴۷) ایضاً، ص:۳۳

۴۸) فریوائی، عبدالرحمٰن بن عبدالجبار، جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ، الجامعہ السلفیہ بنارس، ہند ۱۴۰۶ھ، ص:۳۰

۴۹) ابن حزم جمہرۃ انساب العرب ص۲۶۸، بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۰

۵۰) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۰

۵۱) مرزا قلیچ بیگ، چچ نامہ، ص:۹۹

۵۲) ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۲۹۶

۵۳) ایضاً، ص:۲۹۶

۵۴) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۲

۵۵) ایضاً، ص:۹۲

۵۶) ایضاً، ص:۹۳

۵۷) ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۲۵۹

۵۸) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۵

۵۹) ایضاً

۶۰) ایضاً، ص:۹۵

۶۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، تاریخ الکبیر، حیدر آباد دکن، ہند، ص: ۲/۲۹۵

۶۲) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص۹۶

۶۳) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۷

۶۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۵۰

۶۵) ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۴۳۲

۶۶) مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص:۷۰

۶۷) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۹۷

۶۸) ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۶ء، ص: ۴/۷۴

۶۹) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۱۰۰ ایضاً

۷۰) ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۲۸۷

۷۱) ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ص: ۳۶/۴

۷۲) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۱۰۲

۷۳) بخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۷۶/۲

۷۴) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۱۰۴

۷۵) ایضاً، ص:۱۰۴

۷۶) ایضاً، ص:۱۰۵

۷۷) ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان، مکتبة النضهة المصریۃ القاہرہ، ۱۹۴۸ء، ص: ۲۳۰/۱

۷۸) بلاذری، فتوح البلدان، ص:۴۲۲

۷۹) ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳۸۴/۵

۸۰) بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۱۰۷

۸۱) معارف، ماہنامہ، اعظم گڑھ۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء، (ج ۲۲، ش ۴) ص:۲۵۱

۸۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۲۴۸/۳

۸۳) مبارکپوری، رجال السند والہند، ص:۱۰۹

۸۴) مبارکپوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص:۲۵۴

۸۵) طبری، تاریخ طبری ص: ۲۷۱/۵

۸۶) بلاذری، فتوح البدان، ص:۳۶۹

۸۷) ابن اثیر، الکامل، ص:۱۳۱/۴

۸۸) ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، امام، میزان الاعتدال، دارالمعرفہ، بیروت۔، ص:۴۴۸/۱

۸۹) فریوائی، جہود مخلصہ، ص:۲۱

۹۰) عبدالحئ حسنی، نزہۃ الخواطر ص:۳۵/۱

۹۱) فریوائی، جہود مخلصہ، ص:۱۴

۹۲) ایضاً، ص:۱۸

۹۳) ایضاً، ص:۲۴

۹۴) شاہ ولی اللہ، الانصاف، ص:۷۷

۹۵) فریوائی، جہود مخلصہ، ص:۳۶

۹۶) بھٹی، فقہائے ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص: ۱/۲۲۳

۹۷) ندوی، سید سلیمان، مقالات سید سلیمان ندوی، ص:۲/۳۰

۹۸) عبدالحئ، نزہۃ الخواطر، ص:۱/۱۳۷

۹۹) اثری، ارشاد الحق، پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد ، ۲۰۰۱ء، ص:۱۵

۱۰۰) ایضاً، ص:۱۵

۱۰۱) بھٹی، فقہائے ہند ص:۵/۱۷۵

۱۰۲) ترجمان الحدیث، ماہنامہ، لاہور، فروری و مارچ ۱۹۷۹ء

۱۰۳) اثری، پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص:۴۱

۱۰۴) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۱۶۵

۱۰۵) عبدالمصطفیٰ، محمد اشرف، مدارج النبوۃ (مقدمہ)، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص:۶

۱۰۶) ناز، ڈاکٹر ایم ایس، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء، ص:۱۱۳

۱۰۷) عراقی، تذکرۃ النبلاء، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص:۴۵

۱۰۸) ناز، ڈاکٹر ایم ایس، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، ص:۱۱۳

۱۰۹) عراقی، عبدالرشید، تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۲۴

۱۱۰) ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۲۰۲

۱۱۱) ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، ص:۱۵۰

۱۱۲) عراقی، تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۲۳۳

۱۱۳) ایضاً، ص:۱۳۱

۱۱۴) گھرجاکھی، خالد، سوانح حیات فضل الٰہی، جمعیت المجاہدین، گوجرانوالہ، ۱۹۳۲ء، ص:۶۱

۱۱۵) چشتی، عبدالحلیم، حیات وحید الزمان، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی، ص:۱۵

۱۱۶) ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص:۳۷۰

۱۱۷) میرٹھی، عاشق الٰہی، تذکرۃ الخلیل، مکتبہ قاسمہ سیالکوٹ، ۱۹۴۹ء، ص:۲۶

۱۱۸) عبدالحیی، نزھۃ الخواطر، ص:۸/۲۴۲

۱۱۹) حافظ محمد گوندلوی، درس صحیح بخاری، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، مرتب منیر احمد سلفی، ص:۹

۱۲۰) انصاری، عبد العظیم، تذکرۃ علمائے بھوجیان، ناشر عمر فاروق بھوجیانی، قصور ۱۹۸۴ء، ص: ۲۷

۱۲۱) ظفر، عبد الروف، علوم الحدیث، کتاب سرائے، لاہور ۲۰۱۲ء ص: ۶۷۸-۶۸۹

۱۲۲) قادری، حقانی، ڈاکٹر، دینی مدارس نصاب و نظام تعلیم، فضلی سنز، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص: ۳۴۱

۱۲۳) سلیبس شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۵ء

۱۲۴) نوشہروی، امام خاں، ابو یحییٰ، تراجم علمائے حدیث ہند، مرکزی جمعیت اہلحدیث، لائل پور، ص: ۳۳

****